www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کتاب و حکمت   نواب صدیق حسن خاں

ترجمان القرآن

محمد مسعود عبدہ

مجھ ہی سے ڈرو:

"مجھ ہی سے ڈرو" یہ حکم اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑو گے تو وہ تمہیں سخت سزا دے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان سزاؤں سے مراد وہ تمام آفات اور مصائب ہیں جو عہد شکنی کے جرم میں ان کے آباؤ اجداد پر نازل ہوئیں ان میں صورتوں کا مسخ (بگاڑ) ہونا بھی شامل ہے۔" غرض پہلے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں مدلل ترغیب دی پھر انہیں ڈرایا تاکہ یہ لوگ کسی طرح حق کے حامل بن جائیں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعار بنالیں۔ یوں بھی قرآن مجید میں پہلی اقوام کو پلائی گئی ڈانٹ ڈپٹ کے ذکر کا مقصد مخاطبین کو نصیحت کرتا ہے تاکہ لوگ اللہ عزوجل کے احکام مان لیں اور اللہ تعالےٰ کی کتاب میں دی گئی تعلیم کی عملاً تصدیق کریں۔ لیکن ہدایت صرف اسے نصیب ہوتی ہے جسے اللہ تبارک تعالیٰ چاہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے علماء کو خصوصی طور پر بار بار اس لئے خطاب کیا گیا ہی کہ "تم اہل علم ہو، حق بات کو قبول کرنے سے گریز نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر ہدایت کے راستے ہی بند کر دیئے جائیں۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ جل شانہ نے بنی اسرائیل کے علماء کو ان کے پاس اس علم کی موجودگی کا احساس دلایا جو علم ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ اس کے باوجود تم ہی سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں پیش پیش ہو! جب کہ ان کے مبعوث ہونے کی خبر پہلے سے ہی سن اور پڑھ چکے ہو۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ابن جریرؒ کہتے ہیں۔ اس آیت میں بنی اسرائیل کے علماء کی "تکذیب" سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "تکذیب" مراد نہیں۔ بلکہ قرآن پاک کی تکذیب ہے۔ یعنی اہل علم ہونے کی حیثیت سے تمہیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ تم ہی قرآن حکیم کی تعلیم کو تسلیم کرنے سے انکار کرو۔

ابن کثیرؒ کہتے ہیں۔ مذکورہ دونوں اقوال صحیح ہیں۔ کیوں کہ قرآن حکیم کی تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کیا جائے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جائے بات ایک ہی ہے۔

اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت

حسن بصریؒ "تھوڑی قیمت" کی وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔ کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے اور تصدیقِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے۔ اس فانی دنیا اور خواہشات نفسانی کو اختیار کرنا "تھوڑی قیمت" لینے کے مترادف ہے۔

سدیؒ کہتے ہیں۔ تھوڑے سے لالچ میں اللہ تعالیٰ کے نام کو مت چھپاؤ! ابوالعالیہؒ کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تم دین کی تعلیم کے عوض اُجرت نہ لو۔ تمہاری پہلی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ "اے ابن آدم دوسروں کو مفت علم سکھاؤ۔ جس طرح تم نے مفت سیکھا۔

بعض علماء نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ آیات کی وضاحت کرتے وقت ان میں اپنی مرضی کی رائے شامل نہ کرو۔ حق کو مت چھپاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا۔ تو تمہاری ریاست تا قیامت قائم رہے گی اور اگر تم نے حق کو چھپایا تو جس انتہائی حقیر دنیا کی خاطر تم نے ایسا کیا اس کی زندگی تو بہت تھوڑی ہے تمہارا یہ فعل تمہیں ہمیشہ کی زندگی میں حاصل ہونے والے انعامات سے محروم کروے گا۔

ابوھریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "جس نے ایسا علم سیکھا۔ جس کا مقصد ذاتِ الٰہی کی معرفت ہے اور اس کی حصول کے بعد اس نے اسے دنیا کمانے کے لئے استعمال کیا۔ وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔" (ابوداوٗد)

ثابت ہوا کہ علم دین سیکھ کر اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنانا گویا یہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنانے کے مساوی ہے۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ "علم الوحی" کے درس و تدریس کی اجرت طے کر لینا جائز نہیں۔ ہاں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بیت المال سے اپنی اور بچوں کی کفالت کے لئے محدود رقم حاصل کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر بیت المال سے بھی کچھ نہ ملے اور آمدن کے دوسرے ذرائع نہ ہوں تو ایسی صورت میں معلّم کا کچھ حاصل کرنا "اُجرت طے کئے بغیر" ہی کے ضمن میں شمار ہوگا۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمدؒ اور جمہور علماء کا خیال بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں اُجرت لیناجائز ہے۔ ان علماء کے پاس اپنے قول کے لئے بطورِ دلیل صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جس میں ایک مفصل قصہ ہے۔ بالاختصار یہ ہے کہ صحابہ دورانِ سفر ایک قبیلہ کے قریب سے گزرے اور اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ قبیلہ والوں نے صحابہؓ سے بھی اس کا علاج دریافت کیا۔ ایک صحابی رسول نے ان پر سورہ فاتحہ کا دم کردیا جس سے سردار تندرست ہوگیا۔ تب صحابہ کرام نے اس سے اس کے بدلے میں بھیڑیں وصول کیں بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ پیش ہوا تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰهِ

مقصد یہ ہے کہ بے شک کتاب اللہ کے عوض اُجرت لینا جائز ہے۔

اسی طرح "امراۃ مخطوبہ" (یعنی نکاح کی جانے والی عورت) کے بارے میں آیا ہے۔ **زَوَّجْتُکَهَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ** یعنی تمہارا نکاح قرآن حکیم کی ان سورتوں کے عوض کرایا گیا جو تمہیں اس میں سے یاد ہیں۔ لیکن پہلی صورت میں اُجرت کا ذکر "رقیہ" یعنی جھاڑ پھونک کے حوالے سے ہے۔ اور دوسری صورت میں سورتوں کی تعلیم بطور عوضِ حق مہر تھی۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔ کہ انہیں قرآن حکیم کی تعلیم کے عوض "کمان" بطور تحفہ دی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم آگ کی کمان گلے میں لٹکانا چاہتے ہو تو اسے قبول کرلو' (بحوالہ ابو داؤد)

ابن کثیرؒ کا کہنا ہے۔ چوں کہ وہ شخص محض اللہ جل شانہ کی رضا کے لئے قرآن کی تعلیم دے رہا تھا۔ اس لئے اس کا تحفہ لینا جائز نہیں۔ اگر وہ پہلے ہی سے اجرت ذہن میں رکھتا تو درست ہے۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ اس حدیث سے اکثر علماء نے یہی رائے قائم کی ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟

اس ڈر کو تقویٰ کہا جاتا ہے جس کے زیر اثر مسلمان اللہ تبارک تعالیٰ سے رحمت کی امید

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

رکھتے ہوئے اس کی فرماں برداری کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے خوف سے نافرمانی ترک کر دیتا ہے اسی لئے حکم الٰہی ہے "مجھ سے ڈرو اور میرے عذاب سے بچو۔" اگر ایسا نہیں کرو گے حق بات کو چھپاؤ گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرو گے تو تمہیں سنگین ترین سزا ملے گی!

آیت نمبر ۴۲، ۴۳:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾

اور حق کے ساتھ باطل کو خلط ملط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق بات کو مت چھپاؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔

(ف) اس آیت میں دو چیزوں سے منع کرنے کے ساتھ اظہارِ حق کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جن دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ حق کو باطل کے ساتھ اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔

ابوالعالیہؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہی بجا لاؤ۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہودیت اور نصرانیت کو اسلام میں داخل نہ کرو۔ جب کہ تمہیں علم ہے کہ دین اسلام ہی خالص دین ہے۔ یہودیت اور نصرانیت دونوں میں من گھڑت باتیں شامل ہو چکی ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان میں اب کچھ بھی نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے۔ کہ سچ کو جان بوجھ کر چھپانے سے مراد یہ تھی کہ تورات اور انجیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر پڑھنے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لینے کے بعد بھی ان کی رسالت کی تصدیق نہ کرنا ہے۔ واضح لفظوں میں یوں کہیں تو درست ہوگا کہ تم حق بات کو چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ جو لوگ تمہارے بہکاوے اور جھانسے میں آگئے ان کو کتنا بڑا نقصان ہوگا اور انجام کار وہ لوگ جہنم کا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ایندھن بنیں گے۔

(ف) اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ جس کسی کو حق بات معلوم ہو۔ اس پر اس حق کو ظاہر کرنا واجب ہے اور اسے چُھپانا حرام ہے۔ خیال رہے یہ تنبیہہ ہر زمانے کی مخلوق کے لئے ہے۔ اگرچہ اس آیت میں خطاب مخصوص لوگوں سے ہیں لیکن معنوی صورت میں یہ خطاب ہر ذی شعور سے ہے۔ حق کو باطل سے نہ ملانا یا حق کو نہ چھپانا ہر ایک کا فرض ہے۔ چنانچہ ہر وہ شخص جس کے پاس قرآن و حدیث کا علم ہے۔ اور وہ دین و دنیا کے بارہ میں قرآن و سنت کے احکامات جانتا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی اس سے سوال کرے تو وہ حق بات کو چھپالے یا اس میں کسی مُلا، مشائخ کی باتیں ملا کر مسائل کو گمراہ کر دے تو وہ بھی اسی جرم کا مرتکب ہو گا۔ جس کا ارتکاب اس آیت کے مخاطب یہودی علماء کرتے تھے۔

"وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ یہودی علماء کا انکار نہ عناد کی بنا پر تھا اور نہ ہی جہالت کی وجہ سے! بلکہ قصداً کفر تھا۔ جو سخت ترین کفر ہے اور اس کی سزا بھی انتہائی سنگین ہوگی۔

اسی انکار کی مماثلت ہمیں مقلدین میں بھی ملتی ہے۔ جو اتباعِ سنت سے جہالت کی بنا پر گریز نہیں کرتے۔ بلکہ ضد میں انکار کرتے ہیں۔ لیکن اس آیت سے یہ بھی جواز نہ لیا جائے کہ جہالت کی بنا پر حق بات کو چھپانا یا اس میں اپنی مرضی کی ملاوٹ جائز ہے۔ بلکہ جاہل کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ دین کے معاملہ میں بغیر سوچے سمجھے یا بلا تحقیق کوئی بات کہنے میں جلد باز نہ کرے خصوصاً احکاماتِ دین بیان کرنا یا ان کی تصدیق کرنا اسی شخص کا حق ہے جو اس علم پر عبور رکھتا ہو اور اپنی مثال آپ ہو۔

ربطِ عبارت اور قرآن

صاحبِ تفسیر "فتح البیان" نے ان متکلمین اور مفسرین کی سخت مخالفت کی ہے۔ جو قرآن حکیم کی آیاتِ بینات میں باہم مناسبت و ربط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مذموم کوشش کی ابتدا بقاعی نے کی اس کے بعد تفسیر رحمانی اور تفسیر عزیزی میں بھی اسی "تکلفِ ربط" کا قرآن پاک کو پابند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ آیات کا نزول متنوع حالات اور واقعات کے تحت ہوتا رہا ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ان میں باہم ربط و مناسبت کی کوشش کوہ کندن وکاہ برآموردن" (پہاڑ کھود کر تنکا برآمد کرنے) یا "بادمشت پیمودن" یعنی ہوا کو پالشت سے ناپنے کے مترادف ہے۔

صلوۃ و زکوۃ کی تشریح

مقاتلؒ کہتے ہیں اہل کتاب کو اسلام میں شمولیت کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مسلمانوں کی طرح ہی زکوۃ پیش کرنے کی دعوت دی گئی تاکہ وہ بھی امت مسلمہ کی وحدت میں شریک ہو جائیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اس آیت میں زکوۃ سے مراد اطاعت اور اخلاص ہے۔ زکوۃ کے ہمراہ صلوۃ (نماز) کا ذکر اس بات کی تصدیق ہے کہ ادائے زکوۃ بذاتہ اطاعت و اخلاص پر مبنی عمل ہے۔ اسی لئے حضرت حسن نے کہا۔ کہ زکوۃ سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے۔ کیوں کہ تمام اعمال "زکوۃ اور نماز" کے بغیر بے مقصد و بے نفع ہوتے ہیں۔

حارث عکلیؒ اس سے صدقہ فطر مراد لیتے ہیں۔ مگر میرے خیال میں عموم بہتر ہے۔ فتح البیان میں ہے کہ "صلوٰۃ" سے اس جگہ مراد مقررہ وقت اور تمام حدود و ارکان کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرنا ہے۔ اس طرح زکوۃ سے بھی احکاماتِ الہیہ کے مطابق ادا کرنا مقصود ہے۔

یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں

رکوع کمر جھکانے اور سرنیچا کرنے کا نام ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ "نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر۔" رکوع کا ذکر اس آیت میں اس لئے بھی آیا ہے۔ کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ اسی لئے زمانہ جاہلیت میں رکوع کرنا سب پر گراں گزرتا تھا۔

رکوع شرعاً ــــــ کس طرح کرنے کے لئے کہا گیا ہے تقریباً سبھی مسلمان جانتے ہیں مگر حدیثوں میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ کہ "گردن اور کمر جھکا کر ہتھیلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ کر مکمل اطمینان کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیس و عظمت بیان کی جائے!"

اجتماعی طور پر مذکورہ آیت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ نماز باجماعت پڑھنا چاہیے البتہ بعض علماء کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے بعض کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔ میرے خیال میں بھی دوسرا قول بہتر ہے۔ کیوں کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے مرفوعاً احادیث

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

صحیحہ میں آیا ہے۔

کہ "باجماعت نماز کا ثواب تنہا نماز کے مقابلہ میں پچیس یا ستائیس گنا زائد ہے۔" معلوم ہوا اگر کسی عذر یا بلاعذر تنہا فرض نماز پڑھی جائے تو بھی نماز تو ہو جائے گی۔ کیونکہ اگر "باجماعت پڑھنا" فرض ہوتا تو تنہا نماز نہ ہوتی۔ بخاری شریف میں مرفوعاً آیا ہے۔ کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ وہ اس شخص سے بہت بہتر ہے جو تنہا نماز پڑھ کر سو جاتا ہے، غرض اس مسئلہ پر تفصیلی بحث شرح "منتقے" میں بھی ہے اور قرطبیؒ نے اس آیت کی تشریح میں جماعت اور امامت سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے!

آیت نمبر ۴۴

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(البقرہ : ۴۴)

ترجمہ:۔ کیا غضب ہے کہ تم لوگوں کو نیک اعمال اپنانے کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔ اور تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو۔ پھر بھی عقل سے کام کیوں نہیں لیتے!

اللہ تعالیٰ اہل کتاب علماء سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم کیسے عقلمند ہو کہ دوسروں کو تو اعمال صالح اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہتے ہو۔ اور خود اپنے اعمال سے غافل رہتے ہو۔ خدارا غفلت سے جاگو۔ اور ہوش کی آنکھیں کھولو۔

قتادہؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کے علماء دوسروں کو حکم دیتے کہ اللہ عزوجل کی اطاعت کرو ۔ خیر اور بھلائی کو اپنا شعار بناؤ مگر خود اس کے اُلٹ کام کرتے ۔ اس بنا پر رب العلمین نے ان کی اس حرکت کا احساس دلا کر انہیں عار دلائی۔

ابن جریجؒ اس آیت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں "کہ منافق حضرات دوسرے لوگوں کو کہتے روزہ رکھو، نماز پڑھو۔ لیکن خود نہ روزہ رکھتے نہ نماز پڑھتے جب کہ ہر وہ شخص جو دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتا ہے، اس پر سب سے پہلے واجب ہے کہ وہ خود بھی اچھے کردار اور گفتار کا مالک ہو ورنہ وہی مثل ہوگی۔ خود میاں فضیحت دوسروں کو نصیحت!

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی رائے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اہل

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

کتاب دوسرے لوگوں کو کفر کرنے سے اس لئے منع کرتے ہو کہ تمہارے پاس اعزازِ نبوت بھی ہے، اور عہدِ تورات بھی۔ مگر خود اس ایفائے عہد سے گریزاں ہو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنے کے لئے کیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں احساس دلا رہے ہیں کہ تم دوسروں کو تو دینِ اسلام قبول کرنے کے لئے کہتے ہو۔ مگر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تائید اور اتباع قبول نہیں کرتے تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے؟

علماء اور عمل

ابودرداء رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب سے سمجھدار (فقیہ) وہ ہے۔ جو لوگوں سے دوستی اور دشمنی کی اساس اللہ عزوجل کی محبت پر رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی اس کا سلوک اسی اصول پر مبنی ہو۔

ابنِ زید کہتے ہیں کہ جب مذکورہ علماء کے پاس ایسا فرد آکر کوئی مسئلہ پوچھتا جس سے وصولی اور رشوت کے حصول کا امکان نہ ہوتا تو اسے صحیح مسئلہ بتا دیتے مگر جب کوئی متنازع مسئلہ آتا تو جس فریق سے رشوت مل جاتی اس کے حق میں مسئلہ بتا دیتے۔ ان کی اس مذموم حرکت کی بنا پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان علماء کے بے نقاب کیا اور کہا کہ تم دوسروں کو تو امر بالمعروف کرتے ہو اور خود معروف اعمال سے گریزاں کرتے ہو۔ یعنی امر بالمعروف بذاتہ قابلِ مذمت فعل نہیں بلکہ قابلِ مذمت یہ ہے کہ تم خود نیک کام نہیں کرتے ہو۔ جب کہ امر بمعروف کرنے والے ہر عالم پر سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ پہلے وہ خود اعمال معروفہ سے متصف ہو۔ صرف لوگوں کو نیکی کا حکم دے کر خود غفلت کی چادر تان کر سو نہ جائے۔ جس طرح کہ شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔

وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَآ أَنْهَىٰكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا ٱلْإِصْلَٰحَ مَا ٱسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِىٓ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ھود: ۸۸)

ترجمہ:- اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھے جو کچھ (اعمال و اصلاح) کی توفیق حاصل ہوتی ہے وہ صرف اللہ کی مدد سے ہے۔

معلوم ہوں کہ امر بمعروف اور صاحبِ امر فعلِ معروف دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گویا امر بمعروف کرنے سے عملِ معروف کا حکم ساقط نہیں ہوتا۔

بعض سلف و خلف کے نزدیک یہ رائے بے وزن ہے کہ معاصی کا مرتکب دوسروں کو نہی منکر نہ کرے مگر اس سے بھی زیادہ یہ بات بے وزن ہے کہ اس آیہ کریمہ کے مفہوم کو بطور حجت قرار دے لیا جائے۔ کہ دین کا وہ عالم امر بالمعروف کرے جو خود پابند شریعت ہو۔ بلکہ یہ مناسب ہے کہ چاہیے عالم خود عمل معروف سے متصف ہو یا نہ ہو۔ مگر نہی عن المنکر کا عمل جاری رکھے۔ اس لئے کہ دنیا میں کون ایسا ہے جو مکمل طور پر معروف اعمال کی کسوٹی پر پورا اترے! چنانچہ امام مالک بھی اسی رائے سے متفق ہیں۔

ابن کثیر فرماتے ہیں جان بوجھ کر ترک اطاعت اور فعل معصیت کا تکرار انتہائی مذموم عمل ہے ۔ خصوصاً ایک عالم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود بھی صاحبِ عمل ہو۔ ایسے تمام علماء جو دوسروں کو تو نیکیوں کی تعلیم اور اچھے کاموں کی ہدایات دیتے ہوں اور خود عمل میں کورے ہوں ان کے لئے احادیث میں بار بار سخت وعید آئی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا۔ جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے۔ میرے دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ لوگ تمہاری امت کے وہ دنیا دار خطیب ہیں۔ جو لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیتے اور خود نیک کاموں سے گریزاں تھے حالانکہ یہ کتاب پڑھتے تھے۔

ایک دوسری روایت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک آدمی کو قیامت کے دن آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس کی آنتیں اس کے پورے جسم کو لپٹ جائیں گی اور وہ آگ میں اس طرح چکر لگائے گا جس طرح چکی پیسنے والا گدھا چکر کاٹتا رہتا ہے۔ دوزخی لوگ اس کے پاس آکر اس سے پوچھیں گے "تمہیں کیا ہوا؟ تم تو ہم کو نیکی کا حکم دیا کرتے تھے؟ برائیوں سے منع کیا کرتے تھے"؟ وہ کہے گا "ہاں میں تم کو امر بالمعروف کرتا۔ مگر ہائے افسوس میں خود نیک عمل بجا نہ لاتا۔ شیخین نے بھی اس مفہوم کی احادیث بیان کی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پڑھوں (جاہلوں) کو معاف کردے گا۔ لیکن علماء کو معاف نہیں کرے گا۔"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

معلوم ہوا شرک و کفر کے سوا بعض گناہوں کے لئے جہالت کا عذر قبول ہو سکتا ہے۔ اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

(زمر ۹)

کیا علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں - وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو عقل سلیم کے مالک ہوتے ہیں۔

چنانچہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کہتے ہیں کہ کچھ جنت کے رہنے والے دوزخیوں کو جھانک کر کہیں گے "ارے تم کیسے دوزخ میں آئے؟ واللہ ہم تو تم سے سیکھ کر اچھے اعمال کی بدولت یہاں پہنچے۔ اس کے جواب میں وہ کہیں گے ہائے افسوس ہم جو کچھ تمہیں کہتے تھے وہ خود نہیں کرتے تھے" ابن عساکر نے اسے روایت کیا ہے۔

فیصلہ کن بات

ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا۔

"مجھے اجازت دیں کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں؟

انہوں نے فرمایا۔ کیا تم اس مرتبہ پر پہنچ گئے ہو؟

اس نے کہا۔ "امید تو ہے"

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود تین آیات سے رسوائی کا ڈر نہیں تو تمہیں اجازت ہے۔

اس نے پوچھا، وہ کون سی تین آیات ہیں؟

عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ترجمہ:۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔

کیا اس کے جواب میں تمہارے اعمال پختہ تر ہیں۔؟ کہا: نہیں پھر پوچھا دوسری آیت کیا ہے فرمایا۔

لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ

(الصف: ۳)

ترجمہ:۔ ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہ بات انتہائی ناپسند ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔
پوچھا۔ اس عمل کو تم نے محکم کرلیا ہے یا نہیں؟
کہا نہیں۔ پھر پوچھا تیسری آیت کون سی ہے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (سورہ ہود)

ترجمہ:۔ میں نہیں چاہتا کہ میں تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھے جتنی عمل و اصلاح کی توفیق حاصل ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا "مجھ میں یہ صفت بھی نہیں"

تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایاتو پھر تمہیں اس نیک کام کا آغاز اپنی ہی ذات سے سے کرنا ہوگا۔

ابن مردویہؒ نے روایت کیا ہے کہ ابراهیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ میں انہی تین آیتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنے سے گریز کرتا ہوں۔

آیت نمبر ۴۵، ۴۶

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿٤٥﴾
الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿٤٦﴾

(البقرہ: ۴۵، ۴۶)

ترجمہ:۔ اور مدد لو صبر اور نماز سے۔ بیشک نماز دشوار ہے مگر ان کے لئے (کوئی دشوار نہیں) جن کے دلوں میں خشوع ہے۔ جن کو یقین ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

گویا جن میں مذکورہ اوصاف محکم ہو جائیں گے ان کے لئے کتاب و سنت کے ہر حکم کی تعمیل آسان ہو جائے گی۔

صبر کی تعریف

مجاہدؒ کہتے ہیں یہاں صبر سے مراد روزہ ہے۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اسی لئے رمضان کو شہر صبر بھی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کہتے ہیں۔ جس طرح کہ حدیث میں آیا ہے کہ صوم نصف صبر ہے۔
کسی کے خیال میں صبر سے مراد یہ ہے کہ گناہوں سے باز رہے۔ اسی بنا پر اسے نماز کے ساتھ ہی جگہ دی گئی ہے۔
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مصیبت پر ضبط" یہ "حسن" ہے مگر اس سے زیادہ "حسن" وہ ہے کہ اللہ کے محارم پر صبر کرے۔ ابوالعالیہ" کہتے کہ صبر و نماز سے مدد لینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پہ سر تسلیم خم رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو حرزِ جاں بنا لے۔
ابن کثیر کہتے ہیں ایمان میں ثابت قدم رہنے کے لئے نماز بڑی مددگار ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ (عنکبوت: ۴۵)

نماز قائم کرو۔ بیشک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑا عمل ہے۔
اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس بات کی بھی دلیل ہے۔ کہ جس شخص کی نمازیں اسے بے حیائی اور برائیوں سے نہیں روکتیں۔ اس کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی۔
حدیثِ ابو حذیفہ میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی غم لاحق ہوتا تو آپ نماز پڑھنے لگتے۔

(رواہ احمد و ابو داؤد)
ابن جریر" کے الفاظ میں ہے کہ آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت غم "پناہ پکڑتے نماز سے"۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جب سبھی لوگ سو رہے تھے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہے اور صبح تک دُعا کرتے رہے۔
ابن نصرالمروزی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ابوھریرہ رضی اللہ عنہ پر اس حال میں ہوا جب کہ وہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ابوھریرہ! کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں کہا اُٹھ نماز پڑھ ' نماز شفا ہے۔ ابنِ جریر سے روایت ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سفر میں خبر ملی کہ ان کے بھائی قثم انتقال فرما گئے۔
تو "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کہا۔ اور راستے سے ہٹ کر اپنا اونٹ بٹھایا۔ اُترے اور نماز

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پڑھنے لگے نماز سے فارغ ہونے کے بعد سواری کے پاس آئے اور یہ آیت پڑھی

وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِ

اللہ کی رحمتوں کے حصول میں مددگار

ابن جریج کہتے ہیں "نماز اور صبر" دونوں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی حصول میں یقینی مددگار ہیں۔ صبر کی تعریف اور صبر کرنے والوں کو جزائے خیر کثرت سے ملنے کی تصدیق میں بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں۔ اس آیت کے حوالے سے خصوصاً" تو نہیں مگر--- علامہ سیوطی نے کسی قدر درِ منثور میں اس پر روشنی ڈالی ہے قرآن حکیم بھی صبر کی تعریف کے ساتھ ساتھ صبر کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔

صبر است علاج دل بیمار تو واقف
افسوس کہ کم داری و بسیار ضرور است

اے واقف دلِ بیمار کا علاج صبر ہی تو ہے۔ مگر افسوس تمہارے پاس یہ بہت ضروری دولت بہت ہی کم ہے میرے خیال میں تو صبر کی جزائے کثیر کے بارہ میں اگر کوئی اور آیت یا حدیث نہ بھی ہوتی تو صرف یہی ایک آیت کافی تھی۔

(زمر: ۱۰)

ترجمہ :۔ بلاشبہ صبر کرنے والوں کو انکا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا۔
حدیثِ صہیب میں مرفوعاً آیا ہے کہ تمام انبیاء گھبراہٹ کے عالم میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ احمد، نسائی اور ابن حبان رحمہم اللہ نے اسے روایت کیا ہے۔

"خاشعین" کون لوگ ہیں؟

بعض کا کہنا ہے ۔ مومنین کا دوسرا نام خاشعین ہے۔ کسی نے کہا "خائفین" کی جماعت ہے کسی کے نزدیک مطیعین، اور مصدقین ہیں۔ کسی کے خیال میں مستکین کسی کی رائے میں متذللین اور متواضعین ہیں۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے اعمش سے پوچھا۔ خشوع کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواباً کہا، ثوری تم لوگوں کے امام بننا چاہتے ہو اور خشوع کی کیفیت سے ناآشنا ہو۔
سُن لو خشوع یہ نہیں ہے کہ موٹا کھائے، موٹا جھوٹا پہنے یا سرنگوں رہے۔ بلکہ خشوع

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہ ہے کہ شریف و کمینہ کو مستحقِ حق ہونے میں یکساں سمجھے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر جن اعمال کو فرض قرار دیا ہے۔ ان کو ادا کرنے میں تم انتہائی عاجزی، فروتنی، خاکساری اور غریبی کی کیفیت کا تسلسل رکھو!

ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس آیت کا خطاب سیاق و سباق کی روشنی میں گو بنی اسرائیل سے ہے مگر فی الحقیقت اس کا تعلق کسی خاص گروہ سے نہیں بلکہ ہر ایک سے انفرادی اور اجتماعی طور پر ہے۔

آیت سے ثابت ہونے والی اہم بات

اس آیت میں موجود ارشادات الٰہیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز یا صبر دونوں کے ذریعہ اللہ رب العزت سے مدد مانگنا ان لوگوں کے لئے آسان ہوتا ہے جنہیں یوم حشر قیام و محاسبہ کا یقین میسر ہو۔ ان اشخاص پر تمام احکاماتِ الٰہیہ اور فرموداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل آسان ہوتی ہے۔ منکرات کو چھوڑنا اور حدود کا پاس رکھنا ان کے لئے سہل ہوتا ہے۔ جن کا ایمان مستحکم ہو اور ضعیف ایمان والے اشخاص کے لئے اطاعت الٰہی اور ترکِ معاصی سخت مشکل ہوتا

"لا حول ولا قوۃ الا باللہ"

"ظن" کے معنی کیا ہیں؟

ماہر لسانیات عرب شعراء اور اہل ادب کی روشنی میں اس آیت میں لفظ "ظن" کے معنی "یقین" ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں قرآن حکیم میں جہاں کہیں بھی لفظ "ظن" آیا ہے اس کے معنی "علم" ہیں اسلاف کی ایک جماعت کو بھی اسی پر اتفاق ہے۔

بخاری میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک بندے سے کہے گا۔

أَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ اللّٰهُ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنَا

کیا تمہیں مجھ سے ملاقات ہونے کا یقین تھا؟ وہ کہے گا نہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج میں تمہیں اسی طرح بھولوں گا جس طرح تم نے ہم کو بھلایا۔ یہاں ظن یقین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس آیت پر ربع اول پارہ اول ختم ہوا فللّٰہ الحمد والمنّۃ!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آیت نمبر ۴۷

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ

(البقرہ:۴۷)

اے اولاد یعقوب (بنی اسرائیل) میرے احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت بخشی!

عمر بن خطابؓ جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے قوم بنی اسرائیل تو گزر چکی اب یہ خطاب تم سے ہے۔ یعنی عالمین لفظ بالعموم کے معنوں میں آیا ہے اسے خصوصاً بنی اسرائیل کے لئے نہ سمجھا جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے آباؤ اجداد پر کی گئی مہربانیوں کو یاد دلایا ہے۔ اس زمانے میں انہیں اس وقت کے لوگوں پر جو بزرگی دی تھی وہ ان کے خاندان سے ہی انبیاء کا انتخاب تھا۔ پھر ان پر کتابوں کا نزول تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے ان احسانات اور بنی اسرائیل کی اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت کے اسباب کا ذکر دوسری جگہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

وَلَقَدِ ٱخۡتَرۡنَٰهُمۡ عَلَىٰ عِلۡمٍ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ وَإِذۡ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوۡمِهِۦ يَٰقَوۡمِ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَةَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ جَعَلَ فِيكُمۡ أَنۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكٗا وَءَاتَىٰكُم مَّا لَمۡ يُؤۡتِ أَحَدٗا مِّنَ ٱلۡعَٰلَمِينَ

اور ہم نے ان لوگوں کو جہان کے لوگوں سے چن لیا (پسند کیا)

مزید فرمایا:

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرو اس نے تم میں سے نبی پیدا فرمائے۔ تم کو بادشاہت عطا کی اور پھر تمہیں اپنے ان انعامات سے نوازا جو کسی اور کو اس جہاں میں عطا نہ کئے۔

عالمین سے کیا مراد ہے؟

ابو العالیہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان احسانات کی تفصیل یہ تھی کہ انہیں بادشاہت عطا کی اور نبوت کا اعزاز بھی انہیں کی اولاد کو بخشا اور

باقی صفحہ ۱۹۰ پہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ